سلسلہ
مواعظ حسنہ
نمبر ۱۵۴

وسائلِ حیات
اور
مقصدِ حیات

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۱۵۴

وسائلِ حیات اور مقصدِ حیات

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ

حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حسبِ ہدایت وارشاد

حلیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبت ہے
بہ اُمیدِ نصیحت دوستو اسکی اشاعت ہے

محبت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے ارشاد کے مطابق حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ تصانیف و تالیفات

محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

ضروری تفصیل

وعظ : وسائلِ حیات اور مقصدِ حیات

واعظ : عارف باللہ مجدِدِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخِ وعظ : ۱۹ صفر المظفر ۱۴۱۲ھ مطابق ۳۰ اگست ۱۹۹۱ء بروز جمعۃ المبارک

مقام : جناب سید عمران فیصل صاحب (خلیفہ مجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ)

تاریخِ اشاعت : ۴ جمادی الثانی ۱۴۳۳ھ مطابق ۱۴ مارچ ۲۰۱۲ء بروز پیر

زیرِ اہتمام : شعبہ نشر واشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی

پوسٹ بکس:11182 رابطہ:+92.21.34972080، +92.316.7771051

ای میل:khanqah.ashrafia@gmail.com

ناشر : کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی، پاکستان

قارئین و محبین سے گزارش

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی اپنی زیرِ نگرانی شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی شایع کردہ تمام کتابوں کی ان کی طرف منسوب ہونے کی ضمانت دیتا ہے۔ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی تحریری اجازت کے بغیر شایع ہونے والی کسی بھی تحریر کے مستند اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہونے کی ذمہ داری خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی نہیں۔

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہ کی کتابوں کی طباعت اور پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمد للہ! اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشر و اشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو از راہ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آیندہ اشاعت میں درست ہو کر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہو سکے۔

(مولانا) محمد اسماعیل
نبیرہ و خلیفہ مُجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ
ناظم شعبۂ نشرواشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

عنوانات

❁❁❁❁

عظمت تعلق مع اللہ

دامن فقر میں مرے پنہاں ہے تاج قیصری
ذرّۂ درد و غم ترا دونوں جہاں سے کم نہیں

اُن کی نظر کے حوصلے رشکِ شہانِ کائنات
وسعتِ قلبِ عاشقاں ارض و سما سے کم نہیں

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

وسائلِ حیات اور مقصدِ حیات

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی، اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ یُحْیِیْھَا الَّذِیْٓ اَنْشَاَھَآ اَوَّلَ مَرَّۃٍ وَّھُوَ بِکُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمٌ[۱]

طلبِ مسکنت کی مسنون دعا

جو آیت اس وقت آپ کے سامنے تلاوت کی گئی ہے اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے اس آیت میں قیامت کے قائم ہونے کی دلیل بیان فرمائی ہے جس کی تفصیل ان شاء اللہ میں ابھی بیان کروں گا لیکن اُس سے پہلے کچھ متفرقات مضامین بیان کرنے ہیں۔ نمبر ایک مناجاتِ مقبول میں ایک دعا پڑھی جاتی ہے اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَّ اَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَّ احْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنَ[۲] جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے اللہ مجھ کو مسکینی کی حالت میں زندہ رکھیے اور مسکینی کی حالت میں موت عطا فرمائیے اور قیامت کے دن مسکینوں کے ساتھ اُٹھائیے۔ اس حدیث کی شرح بیان کرنا اس لیے ضروری ہے کہ کوئی مال دار آدمی اس دعا کو پڑھنے کے لیے تیار نہیں، چوں کہ حدیث کا مفہوم صحیح طریقہ سے نہیں سمجھتے لہٰذا یہ دعا مانگنے سے ڈرتے ہیں کہ اگر قبول ہو جائے تو ہم مال دار ہونے کے بجائے مسکین ہو جائیں گے اور جب مسکین ہو جائیں گے تو

[۱] یٰسٓ:۷۹

[۲] جامع الترمذی:۲/۶۰،باب ما جاء ان الفقراء المہاجرین یدخلون الجنۃ،ایچ ایم سعید

ہمیں زکوٰۃ خیرات لینی پڑھے گی جبکہ ابھی تو ہم خود مال دار ہیں اور زکوٰۃ دے رہے ہیں لہٰذا اس دعا کی شرح کرنی بہت ضروری ہے۔ حدیث کو سمجھنے کے لیے اس کی شرح اور بڑی کتابوں کی طرف مراجعت اور رجوع کرنا بہت ضروری ہے جیسے مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ۔

مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ لکھنے والے مجدد ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ عراق کے رہنے والے تھے، بعد میں مکہ شریف ہجرت کر گئے اور ان کی قبر جنت المعلیٰ میں ہے۔ الحمد للہ! میں نے ان کی قبر کی زیارت کی ہے۔ لکھنو والے مولانا عبد الحی صاحب فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ جن کا اکثر کتابوں میں حاشیہ موجود ہے فرماتے ہیں زُرْتُ قَبْرَ مُلَّا عَلِیِّ الْقَارِیْ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰی فِیْ مَكَّةَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَعَالٰی عَلٰی ذٰلِكَ یعنی مولانا عبد الحی صاحب نے بھی ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی زیارت کی۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے محدث ہیں، گیارہ جلدوں میں عربی زبان میں مشکوٰۃ شریف کی شرح مرقاۃ لکھی ہے، بڑے بڑے علماء اور محدثین اپنے آپ کو اس کتاب کی طرف مراجعت کرنے کا محتاج سمجھتے ہیں۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ عربی میں ایک لفظ کے کئی معنیٰ آتے ہیں، لہٰذا شریعت نے جہاں جو معنیٰ بیان کیے ہوں وہی معنیٰ لینا چاہئیں لہٰذا فرماتے ہیں کہ اس دعا میں مسکین کا لفظ اس معنیٰ میں نہیں ہے کہ امیر آدمی زکوٰۃ اور خیرات مانگنے لگے اور پھٹیچر ہو جائے بلکہ اَلْمِسْكِیْنُ مِنَ الْمَسْكَنَةِ وَهِیَ غَلَبَةُ التَّوَاضُعِ عَلٰی وَجْهِ الْمُبَالَغَةِ [۳] مسکین کا لفظ مسکنت سے ہے اور مسکنت سے مراد ہے اپنے کو مٹانا، اپنے کو کچھ نہ سمجھنا، کمال درجہ کی تواضع اختیار کرنا اور یہ ایسی بڑی نعمت ہے کہ جتنے اولیاء اللہ دنیا میں گزرے ہیں سب نے اپنے کو مٹایا اور خود کو حقیر سمجھا ہے۔

کبر اور ولایت میں تضاد ہے

جس نے اپنے کو بڑا سمجھا وہ ولی اللہ نہیں ہو سکتا، کبر کے ساتھ ولایت جمع نہیں ہوتی، کبر کے ساتھ مردودیت جمع ہوتی ہے، شیطان نے خود کو بڑا سمجھا تھا اَبٰی وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِیْنَ [۴] کبر کا ایک ذرہ، رائی کے ذرّہ کے برابر کبر، مکھی کے سر کے برابر کبر اگر دل

۳؎ مرقاۃ المفاتیح:۹/۴۳۲،باب فضل الفقراء وما کان من عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم،دار الکتب العلمیۃ،بیروت

۴؎ البقرۃ:۳۴

میں ہے تو اُس کو جنت کی خوشبو بھی نہیں ملے گی چاہے ہر سال حج عمرہ کرتا رہے۔ یہ دل کی شدید بیماری ہے جس کے آپریشن اور علاج کے لیے اہل اللہ کی صحبت اور خانقاہوں میں جانے کی ضرورت پڑتی ہے، بزرگانِ دین سے اُس کا علاج پوچھنا ضروری ہوتا ہے، یہ مرض علم سے بھی نہیں جاتا بلکہ علم سے پندارِ تکبر میں اور اضافہ ہو جاتا ہے، بڑائی کا یہ مرض صرف بزرگانِ دین کی صحبتوں ہی سے جاتا ہے۔

علاماتِ کبر

ایک صاحب تھانہ بھون حاضر ہوئے اور مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ مجھے اللہ اللہ کرنا سکھا دیجیے۔ حضرت نے انہیں ذکر بتا دیا، جب انہوں نے تہجد پڑھی اور اللہ اللہ کیا تو اپنے کو سب سے افضل سمجھنے لگے، ہر شخص پر اعتراض کرنے لگے کہ آپ یہاں کیوں بیٹھے ہیں؟ آپ نے لوٹا یہاں کیوں رکھا؟ مسواک یہاں کیوں رکھی؟ یعنی داروغہ جی بن گئے، تھانے دار صاحب ہو گئے۔ حضرت نے ان سے فرمایا کہ کیوں جناب! آپ یہاں اپنے علاج کے لیے آئے ہیں یا میرے مریدوں کی اصلاح کرنے آئے ہیں، آپ ہسپتال میں بحیثیت مریض آئے ہیں یا بحیثیت ڈاکٹر آئے ہیں؟ کیا اشرف علی ان دوستوں کے علاج کے لیے کافی نہیں ہے جو آپ ان کی اصلاح کر رہے ہیں؟

بعضے مریدوں کو شوق ہوتا ہے کہ ہماری اصلاح پیر کرے اور پیر کی اصلاح ہم کریں، یہ دونوں تعلق ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے یا تو اپنے کو پیر بنالو یا کسی کو اپنا پیر بنالو لیکن ایسا نہیں ہو سکتا کہ مریض کو ڈاکٹر نے پیچش کا کیپسول کھلایا تو مریض نے بھی جھٹ سے ایک کیپسول ڈاکٹر کے منہ میں ڈال دیا کہ آپ کو بھی میری دوا کھانی پڑے گی تو ایسے مریض کو ڈاکٹر فوراً نکال دے گا۔

حفظِ لسان کی ضرورت

لٰہذا حضرت نے جب دیکھا کہ اُس شخص کے اندر تکبر آگیا تو فرمایا کہ جناب آپ کے لیے ذکر کا حلوہ مفید نہیں ہے، آپ فی الحال ذکر کو ملتوی کر دیں۔ اللہ کے نام کے لیے لفظ

ترک استعمال کرنا خلافِ ادب ہے، لفظ ملتوی میں ادب ہے لہٰذا یہ نہیں کہتا ہوں کہ ذکر ترک کردو، یہ کہتا ہوں کہ ملتوی کردو۔ اللہ والے جب بولتے ہیں تو اپنے ایک ایک لفظ کو سوچ کر بولتے ہیں۔ ایک دفعہ سخت گرمی کے بعد بارش ہوگئی تو ایک بزرگ نے اللہ تعالیٰ سے یہ کہہ دیا کہ واہ رے مولیٰ! آج تو آپ نے بڑے موقع سے بارش کی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے اس لفظ کی پکڑ فرمالی اور آسمان سے آواز آئی او بے ادب! بدتمیز! کیا میں بے موقع بھی کبھی بارش کرتا ہوں۔ بظاہر تو انہوں نے تعریف کی تھی کہ واہ رے مولیٰ! آج آپ نے بڑے موقع سے بارش کی مگر نادانی سے تعریف کی جو جرم میں شمار ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے اُن کو ڈانٹ لگائی اور فرمایا کہ او بے ادب! کیا میں کبھی بے موقع بھی بارش کرتا ہوں؟

دین کی بات توجہ سے سنیں

جب دین کی باتیں سنائی جائے تو کسی لغو کام میں مشغول مت ہوں۔ جو شخص دل سے بات سنتا ہے اُس پر زیادہ اثر ہوتا ہے۔ کیوں صاحب! جب آپ پیٹرول بھرواتے ہیں تو پمپ میں اور کار کی ٹنکی میں رابطہ صحیح رکھتے ہیں یا نہیں ورنہ سارا پیٹرول اِدھر اُدھر گر جائے گا، اسی طرح اگر آپ بوتل میں مٹی کا تیل ڈلواتے ہیں تو قیف کو دیکھتے ہیں کہ صحیح فٹ ہے یا نہیں، اگر بوتل کہیں ہے اور قیف کہیں ہے تو سمجھ لیں کہ سارا تیل اِدھر اُدھر گر جائے گا اور بوتل خالی کی خالی رہے گی تو ایسے ہی جو لوگ کان لگا کر دین کی بات سنتے ہیں، کان کے ساتھ دل کو بھی حاضر رکھتے ہیں، کان اور دل میں رابطہ رکھتے ہیں تو اُن کے کانوں کے ذریعہ سے دین کا سارا مضمون دل کی بوتل میں جمع ہو جاتا ہے اور جو دل اِدھر اُدھر رکھتے ہیں، اپنے گھر کا خیال کر رہے ہیں، بیوی بچوں کا خیال کر رہے ہیں یا کچھ اور سوچ رہے ہیں تو مجھے فوراً پتا چل جاتا ہے کہ یہ کچھ اور سوچ رہا ہے، دل غیر حاضر ہوا اور چہرہ بتادیتا ہے کہ اب یہ یہاں موجود نہیں ہے، اس وقت جسم سے تو موجود ہے مگر اس کا دل غائب ہے، جب دل غائب ہے تو کان سے مضمون دل میں نہیں جائے گا، اِدھر اُدھر ضایع ہو گا لہٰذا اپنے آنے جانے کی محنت مشقت کو ضایع مت کیجیے اور غور سے سنیے اور آنکھ بھی بند نہ کیجیے، آنکھ کھول کر بات کو سنیے، آنکھ بند کرنے سے مقرر پر اس کا بُرا اثر پڑتا ہے۔

علاجِ کبر

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان صاحب سے فرمایا کہ دیکھو جب قے اور دست لگ رہے ہوں اور معدے میں تسمم ہو رہا ہو، تسمم کے معنیٰ ہیں زہریلا مادّہ، اس کو انگریزی میں انفیکشن، عربی زبان میں تسمم اور اردو میں زہریلا مادّہ کہتے ہیں تو جب زہریلا مادّہ پیٹ میں آجائے اور قے اور دست ہونے لگیں تو اُس کو حلوہ، دودھ، انڈا وغیرہ نہیں کھلاتے، اُس کو کڑوی چیز کھلاتے ہیں۔ اسی لیے حضرت تھانوی نے ان سے فرمایا کہ تمہارے دل میں اس وقت کبر کا زہریلا مادّہ ہے، ابھی تم اللہ کے نام کا حلوہ کھانے کے قابل نہیں ہو لہٰذا پہلے تمہیں کڑوی دوا دی جائے گی اور وہ کڑوی دوا یہ ہے کہ وضو خانے سے بلغم وغیرہ صاف کرو، نمازیوں کے جوتے سیدھے کرو اور خانقاہ میں جھاڑو لگاؤ۔ بتایئے! اس علاج کو سن کر اُن کی نانی انتقال کر گئی ہوگی، اُن کو تو یہ دوا بہت ہی کڑوی معلوم ہوئی ہوگی کیوں کہ وہ اپنے کو بڑا سمجھتے تھے لیکن انہوں نے اللہ تعالیٰ کے نام پر جان کی بازی لگا دی اور حضرت کی بات پر عمل کیا اور اچھے ہوگئے، اُس کے بعد جب اللہ کا نام لیا تو مزہ آگیا۔

ایک عالم نے اپنے شیخ سے درخواست کی کہ آج کل میرا دل بند ہے، اللہ اللہ کرنے میں، تہجد پڑھنے میں مزہ نہیں آرہا ہے۔ شیخ سمجھ گیا کہ اس کے دل میں بڑائی آگئی، اس لیے اللہ کے نام کی مٹھاس سے محروم کر دیا گیا۔

کبر کے اجزائے تحلیقیہ

اپنے آپ کو کسی مسلمان بلکہ کسی کافر سے بھی بڑا نہیں سمجھنا چاہیے کیوں کہ کسی کافر کو بھی حقیر سمجھنا جائز نہیں ہے، اس کے کفر سے نفرت کرنا تو واجب ہے لیکن اللہ کی مخلوق ہونے کی وجہ سے حقیر سمجھنا حرام ہے کیوں کہ ہو سکتا ہے وہ اسلام لے آئے اور تم سے آگے بڑھ جائے۔ دیکھیں! کبر کا مٹیریل یعنی اجزائے ترکیبیہ، اجزائے تحلیقیہ اور اجزائے تعمیر یہ دو جز سے بنتے ہیں، اس سے آپ پہچان لیں گے کہ میرے اندر کبر ہے یا نہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ابھی میں یہ دونوں مادّے بیان کروں گا اور وہ حدیث پاک بیان کروں گا جس سے پتا چل جائے گا کہ

اس خطرناک ایٹم بم کا مادّہ ہمارے اندر ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اسے دور کرنے کی فکر کرنی چاہیے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ کبر کے دو مٹیریل ہیں، دو جز ہیں۔ نمبر ایک غَمْطُ النَّاسِ یعنی کسی بھی انسان کو حقیر سمجھنا، اور دوسرا جز ہے بَطَرُ الْحَقِّ[۵] یعنی حق بات جان کر پھر نہ ماننا کہ ہم مولویوں کی بات نہیں مانتے حالاں کہ دل کہہ رہا ہے کہ یہ قرآن شریف پیش کر رہا ہے، حدیث شریف پیش کر رہا ہے، بات تو سچی ہے لیکن کہتا ہے کہ ہم کچھ نہیں مانتے، اگر ہم مان لیتے ہیں تو ہماری اکڑفوں ختم ہو جائے گی۔

نماز دُہرانا کب واجب ہے؟

اس پر ایک قصہ یاد آیا۔ ایک تھانے دار نے کسی مسجد میں نماز پڑھی، وہ رکوع کے بعد سیدھا کھڑا نہیں ہوا تھا کہ سجدہ میں چلا گیا۔ رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونا واجب ہے، ایسے ہی دو سجدوں کے درمیان سیدھا بیٹھنا واجب ہے، اگر کوئی شخص رکوع میں تھوڑا سا کھڑا ہوا یعنی اُس نے ۴۵ درجے کا زاویہ بنایا، ۹۰ درجہ کا زاویہ نہیں بنایا۔ اب آپ کہیں گے کہ یہ مُلّا جیومیٹری بھی جانتا ہے، تو میں نے جیومیٹری پڑھی ہے۔ تو ابھی وہ بالکل سیدھا کھڑا نہیں ہوا اور سجدہ میں چلا گیا اور دو سجدوں کے درمیان سیدھا نہیں بیٹھا بلکہ سر تھوڑا سا اُٹھایا یعنی ۴۵ درجہ کا زاویہ بنایا اور پھر دوسرا سجدہ کر لیا، اسی طرح رکوع کے بعد سیدھا کھڑا نہ ہو اور دو سجدوں کے درمیان سیدھا نہ بیٹھے بلکہ جیسے مرغی زمین پر چونچ مارتی ہے اسی طرح ٹھک ٹھک ٹھک کر کے نماز پڑھتا ہے تو ایسی نماز کا دُہرانا واجب ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ ایک آدمی نے اسی طرح جلدی جلدی نماز پڑھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ[۶] نماز دوبارہ پڑھو، تم نے نماز ادا نہیں کی۔ یعنی ایسی نماز ادا نہیں ہوتی، دوبارہ پڑھنی پڑتی ہے۔ تو تھانے دار صاحب کی بھی ٹھک ٹھک والی نماز تھی۔

ایک بیچارہ نائی سرمہ بیچتا تھا، قوم کا غریب آدمی تھا، کپڑے پھٹے ہوئے تھے اُس نے تھانے دار سے کہا کہ آپ نماز دُہرا لیجیے کیوں کہ میں نے ایک عالم سے سنا ہے کہ جو نماز میں

---

۵ صحیح مسلم: ۶۵/۱، باب تحریم الکبر و بیانہ، ایچ ایم سعید

۶ صحیح البخاری: ۱۰۵/۱ (۷۶۲)، باب وجوب القراءۃ للامام، المکتبۃ المظہریۃ

رکوع کے بعد سیدھا کھڑا نہ ہو اور دو سجدوں کے درمیان سیدھا نہ بیٹھے تو اس کی نماز ادا نہیں ہوتی، ایسی نماز کو دُہرانا واجب ہے، آپ نماز دُہرا لیجیے۔ اب تھانے دار صاحب کو بہت تکلیف ہوئی۔ اگر تھانے دار کے اندر تواضع پیدا ہو جائے تو کیا کہنا، اگر بچپن میں کسی مدرسے میں پڑھا ہو تو تھانے دار میں بھی تواضع رہتی ہے۔

ایک تھانے دار نے حکیم الامّت کے سامنے اپنے کو بہت تواضع سے پیش کیا، کبھی ادب سے جھک رہا ہے تو کبھی جوتا درست کر رہا ہے۔ حضرت حکیم الامت تھانوی نے اس سے پوچھا کہ تھانے دار ہو کر آپ میں اتنی تواضع اور خاکساری ہے، سچ سچ بتائیں بچپن میں کسی عربی مدرسے میں تو نہیں پڑھا تھا؟ تو اُس نے کہا جی ہاں! میں نے بچپن میں عربی مدرسے میں تعلیم حاصل کی تھی۔ فرمایا کہ یہ سب اُسی کی برکت ہے جو عربی مدرسوں میں پڑھ لیتا ہے اُس کے اندر اللہ تعالیٰ یہ برکت ڈال دیتے ہیں۔

بہر حال جب اس غریب نے تھانے دار کو نماز دُہرانے کو کہا تو تھانے دار نے کہا کہ کیا تم مجھ کو نہیں جانتے ہو کہ میں کون ہوں، میری وردی نہیں دیکھتے ہو، میں تھانے کا انچارج ہوں۔ اُس نے کہا کہ آپ انچارج تو ہیں لیکن یہاں آپ کی بیٹری چارج نہیں ہے، آپ نے نماز غلط پڑھی ہے۔ اس نے کہا کہ سوچ کر بولو نالائق! سمجھتے نہیں کہ میں تھانے دار ہوں۔ اُس نے کہا کہ آپ تھانے میں تھانے دار ہیں، مسجد میں آپ تھانے دار نہیں ہیں، مسجد میں آپ کو اللہ اور رسول کی بات ماننی پڑے گی، اگر آپ نماز نہیں دُہرائیں گے تو میں آپ کو مسجد سے جانے نہیں دوں گا۔ وہ غریب ذرا تگڑا تھا، بعضے لوگ غریب ہوتے ہیں مگر تگڑے ہوتے ہیں۔

اب یہاں سے ایک قصہ اور شروع ہو رہا ہے۔ دیکھو! یاد رکھنا کہ میں نے کہاں سے قصہ بدلا ہے۔ یہ آپ لوگوں کی ذمہ داری ہے، یہاں میں ایک قصہ بیان کرتے کرتے دوسرا قصہ شروع کر رہا ہوں، اب پہلے قصہ کا یاد دلانا آپ لوگوں کے ذمے ہے، خوب ذہن نشین کر لیں۔

خدا کی ناراضگی سے کہیں چین نہیں ملتا

لکھنؤ میں ایک نواب صاحب تھے، اُن کو نیند نہیں آتی تھی، کھانا بھی نہیں کھاتے تھے، جَو کا دو تولہ پانی پیتے تھے کیوں کہ ان کے پیٹ میں زخم تھا، آج کل اُس کو السر کہتے ہیں، جب

غذا کم ہوتی ہے تو نیند بھی نہیں آتی، جب پیٹ بھرتا ہے نیند بھی تبھی آتی ہے۔ اس لیے رمضان شریف میں جن کو سونا ہوتا ہے وہ ایک بجے تک سو لیتے ہیں، بعد میں جب معدہ خالی ہوتا ہے پھر لاکھ سونا چاہیں مگر بھوک میں نیند نہیں آتی۔ تو اس نواب نے بہت علاج کروایا لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ ایک دن نواب صاحب اپنے بنگلے میں ٹہل رہے تھے کہ کمرے کی کھڑکی سے باہر کی طرف دیکھا کہ فٹ پاتھ پر ایک مزدور لکڑی کا گٹھر لے کر آیا، اُسے ایک درخت کے قریب رکھا اور پھر درخت کے سائے میں بیٹھ کر بڑی سی موٹی روٹی نکالی اور ہری مرچ اور ٹماٹر سے کھالی۔ اُس کے بعد اس نے سر کے نیچے ہاتھ رکھا اور بغیر تکیہ کے سو گیا پھر سوتے ہوئے خراٹے کی رسید بھی بھیج دی کہ میں سو رہا ہوں۔ یہ منظر دیکھ کر نواب صاحب کے تو ہوش اُڑ گئے۔

کالج کے جو لڑکے مخلوط تعلیم حاصل کرتے ہیں، حسینوں کے ساتھ رہتے ہیں، ٹیڈیوں کے ساتھ اسٹڈی کرتے ہیں، اُن کی نیند کم ہو جاتی ہے کیوں کہ جب دماغ میں غیر اللہ کا کھونٹا گھستا ہے تو نیند غائب ہو جاتی ہے۔ اس پر یہ میرا ایک شعر ہے، میرا اس لیے کہہ دیتا ہوں تاکہ مجھ سے محبت کرنے والوں کو اس سے مزہ آئے کہ یہ شعر بزبانِ مولوی ہے ؎

ہتھوڑے دل پر ہیں مغزِ دماغ میں کھونٹے
بتاؤ عشقِ مجازی کے مزے کیا لوٹے

اللہ کو چھوڑ کر انسان کبھی چین نہیں پا سکتا۔ مچھلی کو پانی سے نکال کر کتنا ہی اُس کو مرنڈا اور کباب کھلاؤ لیکن وہ ریت پر چین نہیں پائے گی جب تک اپنے مرکز یعنی پانی سے وابستہ نہیں ہو گی۔ ہماری روح اللہ تعالیٰ کے یہاں سے آئی ہے، جب تک اُس کو اللہ کی یاد کی غذا نہیں دی جائے گی، وہ اللہ سے استغفار اور توبہ نہیں کرے گی، غیر اللہ میں دل پھنسائے گی تو ہرگز چین نہیں پائے گی کیوں کہ مرکز سے ہٹ جانے کے بعد ہر چیز بے چین ہو جاتی ہے۔

ہماری خانقاہ میں جو کم عمر طلبہ پڑھتے ہیں ہم رات میں اُن کو دوسری جگہ ٹھہراتے ہیں، بے داڑھی مونچھ کے طلبہ کو بھی یہاں سونے کی اجازت نہیں ہے، یہ خانقاہ تھانہ بھون کی نقل ہے، خود مولانا شاہ ابرارالحق صاحب جب تیرہ چودہ برس کے تھے اور ان کی داڑھی مونچھ نہیں نکلی تھی تو حکیم الامت انہیں رات کو خانقاہ میں نہیں ٹھہرنے دیتے تھے۔ یہ بات

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نے خود مجھے سنائی ہے۔ یہ ہمارے بزرگوں کی خاص تعلیم ہے۔

تو جب نواب صاحب نے دیکھا کہ اس غریب مزدور نے دو بڑی بڑی روٹیاں کھائیں اور ایک لوٹا پانی پی کر خراٹا لے رہا ہے جس کی آواز ان تک آرہی تھی تو نواب صاحب کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور اپنے وزیر کو بلا کر کہا کہ اگر یہ غریب اپنی بھوک اور نیند ہمیں دے دے تو ان دو نعمتوں کے بدلے میں میں اسے اپنی ریاست دینے کے لیے تیار ہوں۔ دیکھا آپ نے! نواب صاحب نے کیا کہا کہ اگر یہ غریب مزدور اپنی بھوک مجھے دے دے اور میں بھی اس کی طرح دو روٹیاں کھانے لگوں اور جیسا یہ مست ہو کر سو رہا ہے یہ اپنی نیند مجھ کو دے دے تو میں اپنی نوابی، اپنی زمین داری اور اپنی ریاست سب اس کے نام لکھنے کو تیار ہوں۔

خدا کی نعمتوں پر شکر ادا کیجیے

اللہ تعالیٰ نے ہم کو کتنی نعمتیں دی ہیں، سکھ بھری نیند آرہی ہے، خوب پیٹ بھر کر کھا رہے ہیں مگر اس کا شکر ادا نہیں کرتے۔ اگر کسی کا ایک گردہ خراب ہو جائے تو اس کے علاج پر چار لاکھ روپے لگ جاتے ہیں۔ ڈھاکہ میں ایک عالم کے داماد کا گردہ خراب ہو گیا، انڈیا کے شہر مدراس گئے تو اُس کو ٹھیک کرنے میں چار لاکھ کا خرچ آیا۔ ہم لوگوں کے پاس کتنے گردے ہیں؟ دو دو گردے ہیں۔ تو دونوں کے کتنے دام ہوئے؟ آٹھ لاکھ روپے۔ تو آٹھ لاکھ روپے ہماری کمر سے بندھے ہوئے ہیں لیکن پھر بھی ہم کہتے ہیں کہ صاحب دعا کیجیے ہم بڑے غریب ہیں۔ ارے! آٹھ لاکھ روپے تو کمر سے بندھے ہیں، ان دو گردوں کی نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ یہ احساسِ غریبی اس وجہ سے ہے کہ زبان پر تو اللہ کا نام ہے مگر دل میں اللہ نہیں ہے، اگر دل میں اللہ کی محبت اور وہ تعلق نصیب ہو جائے جو خدائے تعالیٰ اپنے دوستوں کو عطا کرتا ہے تو کبھی غریبی کا احساس نہ ہو، پھر پیوند لگے کپڑوں میں، چٹنی روٹی میں آپ اپنے کو بادشاہوں سے بہتر محسوس کریں گے۔ خواجہ عزیز الحسن مجذوبؔ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں؎

خدا کی یاد میں بیٹھے جو سب سے بے غرض ہو کر
تو اپنا بوریا بھی پھر ہمیں تختِ سلیماں تھا

مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک بندہ مسجد کی پھٹی ہوئی چٹائی پر اللہ کا نام لے کر شاد ہو رہا ہے ؎

آں یکے در کنج مسجد مست و شاد
وآں دگر در باغ ترش و بے مراد

مولانا رومی اپنی مثنوی میں فرماتے ہیں کہ ایک اللہ والا مسجد کی پھٹی ہوئی چٹائی پر اللہ کا نام لے رہا ہے، تلاوت کر رہا ہے، خدا کے حضور دعائیں مانگ رہا ہے، مسجد کے گوشے میں چٹائی پر مست ہے، شاد ہے، خوش ہے اور ایک پارکوں میں ہے، باغوں میں ہے، پھولوں میں ہے مگر دل میں غموں کے کانٹے ہیں اور خودکشی کا پروگرام بنا رہا ہے۔ اس لیے دل میں اللہ کے نام سے سکون ملتا ہے، پھر اسے سارے عالَم میں سکون نظر آتا ہے اور خدا کی نافرمانی سے جب دل پریشان ہوتا ہے تو اسے سارے عالَم میں پریشانی نظر آتی ہے۔ ایک شاعر کہتا ہے ؎

دل گلستاں تھا تو ہر شے سے ٹپکتی تھی بہار
دل بیاباں ہو گیا عالم بیاباں ہو گیا

خدا کی نافرمانی سے دل بیاباں کر دیا جاتا ہے، دل ویران ہو جاتا ہے، صاحبِ خانہ اگر گھر میں نہ رہے تو اُس گھر میں چھپکلی، چمگادڑ اور مکڑی کے جالے لگ جاتے ہیں، جس دل میں خدا نہیں رہتا، نافرمانی کے وبال سے اُس کو خدا سے دوری کے عذاب میں مبتلا کر دیا جاتا ہے، اُس کے قلب میں ویرانی، بربادی، پریشانی سب کچھ رکھ دیا جاتا ہے۔

خدا کی رضا سے دنیا بھی بنتی ہے

تو میں عرض کر رہا تھا کہ تھانے دار سے اس سرمہ بیچنے والے غریب نے کہا کہ صاحب! آپ نماز دُہرا لیجیے، جب تک آپ نماز نہیں دُہرائیں گے میں آپ کو مسجد سے جانے نہیں دوں گا کیوں کہ میں آپ کا نقصان نہیں چاہتا کہ آپ کی نماز ادا نہ ہو، میں آپ سے محبت کرتا ہوں اور محبت والا چاہتا ہے کہ میرے بھائی کا، میرے محبوب کا نقصان نہ ہو تو وہ اور زور سے چلّایا کہ کم بخت! بار بار کہتا ہوں کہ میں تھانے دار ہوں تو سمجھتا کیوں نہیں، تجھے جیل میں کر دوں گا۔ اُس نے کہا کہ ہم جیل جانا بھی پسند کرتے ہیں لیکن آپ کو نماز پڑھے بغیر نکلنے نہیں

دیں گے۔ اب تیز آوازیں سن کر اڑوس پڑوس والے سب لوگ آگئے کہ بھائی! کیا لڑائی ہو رہی ہے؟ کہا کہ صاحب! دیکھیے میں تھانے دار ہوں اور یہ میری عزت نہیں کرتا، جب اس سے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ تو اُس نے سب بات بتادی کہ اس نے نماز ایسے پڑھی کہ رکوع سے کھڑا نہیں ہوا اور سجدے میں چلا گیا پھر دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھا بھی نہیں، مرغی کی سی چونچ ماری تو ہم نے علماء سے سنا ہے کہ ایسی نماز نہیں ہوتی، ایسی نماز دُہرانی پڑتی ہے، میں ان سے یہی درخواست کر رہا ہوں کہ آپ نماز دوبارہ پڑھ لیجیے۔ اس پر محلے والوں نے کہا کہ حضور! اس میں آپ کی کیا بے عزتی ہے، نماز ہی تو ہے، اللہ کے سامنے سر جھکا دیجیے، پڑھ لیجیے تو اُس نے نماز پڑھ لی کیوں کہ محلے والوں کا مجمع آگیا تھا، اُس کے بعد پھر جب وہ سرمہ لے کر بیچنے گیا تو بہت سرمہ بکا کیوں کہ اب سب لوگ کہہ رہے تھے کہ یہ وہ ہے جس نے تھانے دار سے نماز پڑھوادی۔ دین کے کام میں محنت کی برکت سے اُس کی دنیا بھی بن گئی اور ماشاء اللہ خوب سرمہ بکنے لگا اور سب لوگ شاباشی بھی دینے لگے۔

سایۂ مرشد رحمتِ خدا ہے

اس سے پہلے ایک عالم کا قصہ چل رہا تھا جن کو اللہ کا نام لینے اور ذکر اور تلاوت میں مزہ نہیں آرہا تھا۔ انہوں نے جاکر اپنے پیر و مرشد سے عرض کیا کہ حضرت! آج کل عبادت میں مزہ نہیں آرہا ہے جیسے زبردستی اللہ کا نام لے رہا ہوں، زبردستی اللہ اللہ کرتا ہوں، یہ کیا بات ہے؟ شیخ نے ان کا چہرہ دیکھا تو آنکھوں سے تکبر کی علامت ظاہر ہوئی، وہ سمجھ گئے کہ ان کے دل میں تکبر کی بیماری ہے۔ بعض وقت ڈاکٹر بتاتا نہیں کہ تمہارے گردے میں پتھری ہے یا دل کا والو بند ہے کیوں کہ بعض مریض اتنا ڈر جاتے ہیں کہ یہ سن کر ہی مر جاتے ہیں لہٰذا ڈاکٹر آپریشن کر کے بعد میں بتاتا ہے کہ یہ دیکھ لو میں نے پتھری نکال دی۔ تو شیخ نے کہا کہ مولانا ان شاء اللہ! آپ کو اللہ کا نام لینے میں خوب مزہ آئے گا لیکن میں ایک دوا تجویز کرتا ہوں بحیثیت مرشد اور شیخ کے کہ آپ پانچ کلو اخروٹ لے کر اُس محلہ میں جائیے جہاں بہت زیادہ بچے کھیلتے ہوں اور پھر اُن بچوں سے کہیے کہ جو میرے سر پر ایک تھپڑ مارے گا اُس کو پانچ اخروٹ انعام دوں گا۔ اب شیخ علاج کر رہا ہے تاکہ ان کے دل میں جو بڑائی آگئی ہے وہ جاتی

رہے۔ سچ کہتا ہوں کہ شیخ کا سایہ بہت بڑی نعمت ہے، اگر آج میرے شیخ کا سایہ میرے سر پر نہ ہوتا تو یہ جتنا مجمع آرہا ہے اسے دیکھ کر نہ جانے میرے دماغ میں کیا کیا باتیں پیدا ہو جاتیں لیکن شیخ کی دعاؤں کے صدقے میں الحمد للہ! اختر اپنے کو سب سے حقیر سمجھتا ہے۔

مخلوق کو نگاہِ حقارت سے دیکھنا حرام ہے

تو حکیم الامت نے فرمایا تھا کہ کسی کافر کو بھی حقیر نہ سمجھو کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ مرتے وقت اُس کو کلمہ نصیب ہو جائے لہٰذا موجودہ حالت پر فیصلہ مت کرو، آخری انجام پر نظر رکھو اور قیامت کے دن کے فیصلے کا انتظار کرو کہ قیامت کے دن ہماری کیا قیمت لگے گی ؂

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے
وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

بعض لوگ چند رکعات نفل پڑھ کر اپنے کو ولی اللہ سمجھنے لگتے ہیں، حالاں کہ ساری دنیا کے انسانوں کو اپنے سے بہتر سمجھنا چاہیے چاہے احتمال ہی کے درجہ میں ہو، یقین ہونا ضروری نہیں ہے، یقین کے ساتھ کسی کو بہتر سمجھنا فرض نہیں ہے، مسلمانوں کے بارے میں تو یہی احتمال رکھو کہ ہو سکتا ہے اس کا کوئی عمل اللہ کے یہاں قبول ہو گیا ہو اور ہو سکتا ہے کہ میرے کسی عمل پر اللہ کے یہاں پکڑ ہو جائے اور کافروں کے بارے میں یہ احتمال رکھو کہ ہو سکتا ہے کہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہو جائے لہٰذا اپنے کو یہی کہو کہ اے اللہ! جب تک میرا خاتمہ ایمان پر نہ ہو میں آپ کے سب بندوں سے حقیر ہوں۔

بڑے پیر صاحب شاہ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ اے بغداد کے لوگو! تمہاری تعریف سے مجھے کوئی فائدہ نہیں ہو گا، نہ ہی میں اپنی تعریف سے اپنے کو بڑا سمجھتا ہوں ؂

ایماں چوں سلامت بہ لبِ گور بریم
احسنت بریں چستی و چالاکی ما

بلکہ جب میں اپنی قبر میں ایمان کو سلامتی سے لے جاؤں گا پھر میں خوشیاں مناؤں گا کیوں کہ ابھی انجام کا کیا پتا کہ میرا انجام کیسا ہو گا؟

پیا جس کو چاہے سہاگن وہی ہے

ایک لڑکی کی شادی ہوئی، اُس کو سہیلیوں نے سجا کر کہا کہ اری بہن! تُو تو بڑی خوبصورت لگ رہی ہے، زیور کی فٹنگ، لباس کی سیٹنگ وغیرہ سب بہت عمدہ ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اے میری بہنو! تمہاری نظر سے میری زندگی کا فیصلہ نہیں ہوگا، جب میں بیاہ کر جاؤں اور شوہر کی نظر میں پسند آجاؤں تب میں خوشی مناؤں گی۔ اس واقعہ کو سنا کر میرے شیخ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ رونے لگتے تھے۔ بس اصل کامیابی تو وہ ہے کہ میدانِ قیامت میں ہم کھڑے ہوں اور اللہ تعالیٰ سر سے پیر تک ہم کو دیکھ کر خوش ہوں اور کہیں کہ شاباش میرے بندے! تو نے مجھ کو دنیا میں راضی کیا اور گناہوں سے توبہ اور استغفار کر کے، پاک وصاف ہو کر آیا ہے۔ اس پر فرمایا کہ پیا جس کو چاہے سہاگن وہی ہے۔ جس سے شوہر محبت کرتا ہے اصل سہاگن وہی ہے۔

بعض وقت آپ نے سنا ہوگا کہ بیوی تو خوبصورت ہے مگر شوہر کسی کالی کلوٹی کی محبت میں گرفتار ہے۔ بعض عورتیں فون پر مجھ سے تعویذ مانگتی ہیں کہ اللہ نے ہمیں ہر طرح سے حسن دیا ہے مگر میرا شوہر کسی کالی کلوٹی سے دل لگائے بیٹھا ہے۔ اسی لیے بزرگوں نے فرمایا کہ جس کو پیا چاہے سہاگن وہی ہے۔ اسی طرح اللہ بھی جس بندے کو پیار کرے وہی بندہ اللہ کا پیارا ہے اور اس کا اصل فیصلہ قیامت کے دن ہوگا جسے علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے
وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

یہ شعر یاد کر لیجیے، یہ تکبر کا بہترین علاج ہے۔ تو وہ عالم صاحب جن کے شیخ نے ان کے دل میں تکبر کا مرض محسوس کر لیا تھا اُس محلّے میں گئے جہاں بہت سے لڑکے کھیل رہے تھے۔ بعض محلے میں بچے بہت زیادہ ہوتے ہیں، یہ بھی تجربہ کی بات ہے۔ میں کان پور کے ایک محلے میں اپنے شیخ کے ساتھ چھ مہینے رہا، وہاں رات بھر کتّے بھونکتے تھے اور دن بھر بچے شور مچاتے تھے۔ تو حضرت شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ عجیب محلہ ہے، اس محلے میں

کتّے اور بچے بہت زیادہ ہیں، رات بھر کتّے سونے نہیں دیتے اور دن بھر بچے سونے نہیں دیتے۔ تو شیخ کی بات مان کر وہ عالم صاحب اُس محلّے میں گئے اور اعلان کیا کہ جو بچہ میرے سر پر ایک تھپڑ مارے گا اس کو پانچ اخروٹ ملیں گے۔ اب میں مزاحاً تھپڑ کے لفظ کی لغت بیان کرتا ہوں کہ تھپڑ کو تھپڑ اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں تھپ کی آواز آتی ہے۔ اسی طرح چپاتی کو اس لیے چپاتی کہتے ہیں کیوں کہ پکاتے وقت اس میں سے چپت کی آواز آتی ہے، کسی کو چپت مارو تو وہی آواز چپاتی میں آتی ہے اس لیے اُس کا نام چپاتی ہے۔ آج تھپڑ اور چپاتی کی یہ نئی لغت بھی سمجھ لیں۔

اس پر ایک واقعہ یاد آیا مگر یاد رکھیے، جہاں سے میں اپنی ریل کی پٹڑی بدلتا ہوں اس واقعہ کو یاد رکھیے گا۔ ان شاء اللہ خان ایک شاعر تھا، دہلی میں ایک نواب کے ساتھ کھانا کھارہا تھا، اس نواب کا مُقرَّب تھا، اپنی شاعری سے اس کو خوش کر دیتا تھا اور انعام پاتا تھا۔ ایک دن نواب کو شرارت سوجھی، ان شاء اللہ خان ننگے سر کھانا کھارہا تھا، نواب صاحب کے دل میں گدگدی ہوئی اور ایک چپت مارنے کا تقاضا ہوا، ان شاء اللہ خان جھک کر کھارہا تھا کیوں کہ نوابوں کا رعب ہوتا ہے، تو نواب صاحب نے اُس کے ننگے سر پر پیچھے سے ایک چپت مار کر جلدی سے ہاتھ کھینچ لیا تاکہ شاعر کو یہ نہ معلوم ہو کہ چپت کس نے ماری ہے لیکن ان شاء اللہ خان سمجھ گیا کہ یہ چپت نواب صاحب کی طرف سے حاصل ہوئی ہے، اُس نے کہا کہ اللہ بخشے میرے والد مرحوم بڑی پیاری نصیحت کیا کرتے تھے کہ بیٹے ننگے سر کبھی مت کھانا ورنہ شیطان چپت مار دیتا ہے۔ بس نواب صاحب نے ناراض ہو کر اُس کو نکال دیا، لطیفہ سنانے کے لیے بھی ادب ہونا چاہیے، آخر کار وہ وظیفے سے محروم کر دیا گیا۔

خیر جب اُن عالم نے اعلان کیا کہ جو بچہ میرے سر پر ایک چپت لگائے گا وہ پانچ اخروٹ پائے گا تو سارے لڑکے فوراً دوڑ پڑے اور اُس عالم کی پگڑی اُچھل گئی۔ یہ علاجِ کبر تھا۔ شیخ جو علاج تجویز کر دے اُسی علاج سے فائدہ ہوتا ہے، اس وقت کسی عالم کو بھی یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ کہے کہ میرے علم کی عزت کی جائے، یہ آپ کیا کر رہے ہیں کیوں کہ کبر کا کانٹا اگر نہیں نکلے گا تو وہ علم اُس کے لیے بھی مضر ہو گا اور دوسروں کے لیے بھی مضر ہو گا کیوں کہ اُس کے انجن میں اللہ کا خوف نہ رہا، بڑائی آگئی۔

بدون صحبت شیخ علم و عمل میں برکت نہیں ہوتی

ایک مرتبہ میں اپنے شیخِ ثانی مولانا شاہ ابرار الحق صاحب کے ساتھ مدینہ منورہ سے مکہ شریف جارہا تھا، مکہ شریف سے تین میل پہلے ایک پیٹرول پمپ پر ہماری گاڑی پیٹرول لینے رُکی، اسی دوران وہاں ایک ٹینکر آیا جس کے اوپر دس ہزار گیلن پیٹرول لدا ہوا تھا، اُس کے ڈرائیور نے اُتر کر پیٹرول پمپ والے سے کہا کہ اس میں پانچ گیلن پیٹرول ڈال دو۔ میرے شیخ شاہ ابرار الحق صاحب نے فرمایا کہ اس کی پیٹھ پر دس ہزار گیلن پیٹرول ہے، یہ بہت بڑا ٹینکر ہے لیکن اپنے انجن میں پیٹرول نہ ہونے سے نہ یہ خود چل سکتا ہے نہ دوسروں کو چلا سکتا ہے، نہ خود فائدہ اُٹھا سکتا ہے نہ دوسروں کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ جس عالم کے دل میں کبر پیدا ہو جائے، تکبر کی بیماری پیدا ہو جائے تو اسے اپنے دل میں اللہ کی خشیت اور خوف کا پیٹرول لینے کے لیے کسی پیٹرول پمپ پر جانا پڑے گا اور وہ اللہ والوں کا پیٹرول پمپ ہے، وہاں اُسے درخواست پیش کرنی پڑے گی جیسا کہ مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دے کر کہا تھا کہ ہمارے دل میں اللہ کی محبت اور خشیت کا پیٹرول بھر دیجیے کیوں کہ اللہ والے اللہ کی محبت فراہم کرنے کا ذریعہ یعنی پیٹرول پمپ ہوتے ہیں۔ تو حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نے نصیحت فرمائی کہ دیکھو بے عمل عالم کی یہ حالت ہوتی ہے، محض پیٹھ پر کتابیں لادنے سے کچھ نہیں ہوتا، پیٹھ پر دس ہزار کتابیں لادلو لیکن جب تک دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور خشیت پیدا نہیں ہوگی اور کسی اللہ والے کے سامنے اپنے نفس کو نہیں مٹائیں گے اس کے علم میں برکت نہیں ہوگی۔

صحبتِ شیخ کے ثمرات

صحابہ کا نام صحبت ہی سے رکھا گیا ہے، صحابی کے معنیٰ ہیں صحبت اُٹھانے والا، لفظِ صحابی قیامت تک کے لیے یہ ہدایت کررہا ہے کہ دین صحبت سے پھیلا ہے، دین کی ابتداء صحبت سے ہوئی ہے۔ اسی لیے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ اکبر الٰہ آبادی کا یہ شعر اکثر پڑھا کرتے تھے ؎

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ الٰہ آباد کے بہت بڑے بزرگوں میں شمار کیے جاتے ہیں اور یہ شاہ فضلِ رحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں، مولانا علی میاں ندوی اور مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی جیسے بڑے بڑے علماء ان کی خدمت میں جاتے تھے، اُن کا ایک شعر ہے جو انہوں نے دار الندوہ لکھنو میں پڑھا کہ اے ندوہ والو! اگر بُری نظر لگ جاتی ہے جسے اسلام نے قبول کیا ہے **اَلْعَيْنُ حَقٌّ** [ے] یعنی بری نظر لگ جاتی ہے تو کیا اللہ والوں کی اچھی نظر نہیں لگے گی؟ جب بُری نظر انسان کو گھلا دیتی ہے، ہرے بھرے درخت کو سکھا دیتی ہے تو کیا اللہ والوں کی اچھی نظر اثر نہیں کرے گی؟ پھر حضرت نے جوش میں آکر یہ شعر پڑھا ؎

تنہا نہ چل سکو گے محبت کی راہ میں
میں چل رہا ہوں آپ میرے ساتھ آیئے

اور یہ بزرگ شاعر فرماتے ہیں ؎

مجھے سہل ہوگئیں منزلیں کہ ہوا کے رُخ بھی بدل گئے
تیرا ہاتھ ہاتھ میں آ لگا تو چراغ راہ کے جل گئے

میرے شیخ مرشدِ اوّل شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ جن کی خدمت میں مفتی اعظم پاکستان مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ شاگردوں کی طرح بیٹھتے تھے اور مولانا یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت کی خدمت میں باادب بیٹھتے تھے۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ میاں اختر! حضرت جب میرا نام لیتے تھے تو وجد آجاتا تھا۔ تو میرے شیخ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میاں اختر! سنو اللہ کا راستہ یوں تو بہت مشکل ہے کیوں کہ نفس و شیطان سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے لیکن اگر کسی اللہ والے کی صحبت نصیب ہوجائے، کسی اللہ والے کا ساتھ مل جائے، مگر وہ سچا اللہ والا ہو، چکر باز دنیادار نہ ہو، اللہ کے لیے دین سکھا رہا ہو تو اُس کی برکت سے اللہ کا راستہ نہ صرف یہ کہ آسان ہوجاتا ہے بلکہ

ے صحیح البخاری: ۲/۸۵۴ (۵۷۵۹)، باب العین حق، المکتبۃ المظہریۃ

مزید ار بھی ہو جاتا ہے۔ واہ! شیخ کی بات آج بھی کانوں میں گونج رہی ہے کہ پھر اللہ کے نام لینے میں، تلاوت کرنے میں اور سجدہ کرنے میں لذت آجاتی ہے۔

اب ان عالم کا قصہ پورا کردوں کہ بچوں نے ان کے سر پر چپت لگانی شروع کردی پھر اُن کا ٹوکرا اخروٹ سے خالی ہوا اور کھوپڑی تکبر سے خالی ہوئی یعنی اُن کے دماغ سے کبر نکل گیا، پھر جب انہوں نے اللہ کا نام لیا تو اتنا مزہ آیا کہ شیخ کے قدموں میں جاکر رونے لگے کہ جزاک اللہ کہ چشم باز کردی، اللہ آپ کو جزائے خیر دے کہ آپ نے میری آنکھیں کھول دیں۔ یہ ہوتا ہے شیخ کی تعلیم کا اثر!

حدیث کی دعا میں لفظ مسکین کی شرح

اب حدیث اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَّ اَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَّ احْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنَ کا ترجمہ کرتا ہوں کیوں کہ عوام اس حدیث کا یہ ترجمہ کرتے ہیں کہ اے اللہ! ہم کو مسکین بنادے یعنی ہمیں غریب بنادے۔ اس حدیث کا یہ ترجمہ نہیں کرنا چاہیے بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ مسکین مَسْکَنَۃ سے ہے اور مَسْکَنَۃ کے معنٰی ہیں غَلَبَۃُ التَّوَاضُعِ عَلٰی وَجْہِ الْمُبَالَغَۃِ انتہائی درجے کی فنائیت یعنی انسان اپنے کو مٹادے۔ میں نے جب حدیث کی اس شرح کو بمبئی میں بیان کیا تو بمبئی کے ایک سیٹھ نے کہا کہ میں دو سال سے مارے ڈر کے یہ دعا نہیں مانگ رہا تھا کہ کہیں قبول نہ ہو جائے اور میں غریب ہو جاؤں، میں مسجدوں اور مدرسوں میں پیسہ دیتا ہوں۔ مگر جب انہوں نے مجھ سے یہ شرح سنی تو کہا کہ اللہ آپ کو جزائے خیر دے، ہمیں پتا ہی نہیں تھا کہ یہاں مسکین کے معنٰی تواضع اور فنائیت کے ہے، اپنے کو مٹانے کے ہیں، یہاں غریب ہونا مراد نہیں ہے لہٰذا اُس دن سے انہوں نے یہ دعا مانگنی شروع کردی۔

بدونِ فسادِ عقیدہ کسی سے ترکِ تعلق واجب نہیں

دعائے قنوت میں ہے وَنَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ[۸] یعنی اے اللہ! ہم چھوڑتے ہیں اُن کو جو تیری نافرمانی کرتے ہیں۔ وتر کی تیسری رکعت میں سب دعائے قنوت پڑھتے ہیں، اس کا

[۸] کنز العمال: ۸/۷۸، فصل فی اوقات الصلوٰۃ مجتمعۃ، مؤسسۃ الرسالۃ

ترجمہ پڑھ کر کتنے لوگوں نے اپنے بے نمازی بیٹوں کو گھر سے باہر نکال دیا اور وہ ہیروئن پینے کی عادت میں پڑ کر مزید برباد ہوگئے۔ یاد رکھیے! اس حدیث کا یہ ترجمہ ہرگز نہیں ہے جو آپ کتابوں میں دیکھتے ہیں۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں نافرمانی سے مراد اعتقادی نافرمانی ہے، وَنَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ، اے خدا! ہم اُن کو چھوڑتے ہیں جو تیری نافرمانی کرتے ہیں، یہاں فجور سے مراد فجورِ اعتقادی ہے یعنی کوئی عقیدے کے لحاظ سے کافر ہو جائے یعنی مذہب تبدیل کرلے، ہندو، عیسائی، یہودی یا قادیانی ہو جائے۔

تو آپ لوگ نَتْرُکُ کا ترجمہ سمجھ گئے کہ جن کا عقیدہ خراب ہو جائے اُن سے ترکِ تعلق واجب ہے، یہ نہیں کہ بچوں نے نماز نہیں پڑھی یا کوئی اور غلطی کردی تو بس نکال دو، ایسا کرنے سے وہ اور زیادہ برباد ہو جائیں گے، اُن کو سمیٹ کر رکھیں جیسے مرغی اپنے بچوں کو رکھتی ہے۔ اپنے بچوں کو بزرگوں کے پاس لے جائیں، دو دو رکعات نماز پڑھ کر اصلاحِ اولاد کے لیے دعائیں مانگیں، انہیں اللہ والوں کے پاس لے جائیں، وعظ میں لے جائیں، پیسے کا لالچ دیں، مٹھائی، رس گلے، گلاب جامن کھلا کر لے جائیں یا واپسی میں ارادہ کریں کہ دینی بیان ہو رہا ہے بعد میں ہم آپ کو گرما گرم جلیبی کھلائیں گے۔ جب تک کہ عقیدہ صحیح ہے، محض نفس کی شرارت، نفس کی غفلت سے نماز نہیں پڑھتا تو اُس کو گھر سے نکالنا واجب نہیں ہے یہاں تک کہ اگر بیوی بھی نماز نہیں پڑھتی تو اُسے بھی نکالنا واجب نہیں، نماز نہ پڑھے تو تھوڑی سی مار کی اجازت ہے لیکن ہڈی توڑ مار نہ ہو۔

قرآن کی تعلیم میں غلبۂ رحمت

جیسے ایک قصائی گائے لے کر جا رہا تھا، ایک بچے کو بھی اس کا باپ مدرسے لے جا رہا تھا۔ بچہ نے اپنے ابّا سے پوچھا کہ کیا یہ گائے بھی مدرسہ میں پڑھنے جا رہی ہے؟ لہٰذا استادوں کو بچوں کو مارنا پیٹنا جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلرَّحۡمٰنُ، عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ[۹] رحمٰن نے قرآن کی تعلیم دی۔ میرے شیخ حضرت شاہ عبد الغنی پھولپوری نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام

[۹] الرحمٰن:۱،۲

ہیں لیکن اللہ نے تعلیمِ قرآن کے وقت اٹھانوے نام چھوڑ کر اَلرَّحْمٰن کا نام ہی کیوں نازل کیا؟ تاکہ قیامت تک قرآن پڑھانے والوں کی آنکھیں کھل جائیں کہ شفقت اور رحمت سے قرآن کی تعلیم دینی چاہیے۔ اَلرَّحْمٰنُ، عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ہے، اللہ تعالیٰ نے اَلْجَبَّار نازل نہیں کیا، اَلْقَھَّار نازل نہیں کیا، اَلرَّحْمٰن نازل کیا تاکہ جتنے لوگ قرآن پاک پڑھانے والے ہیں وہ بچوں کو شفقت اور رحمت سے تعلیم دیں، ہڈی توڑ سزا دینا جائز نہیں ہے۔ الحمدللہ! میرے مدرسے میں استاد پر بچوں کی پٹائی کرنے پر سخت پابندی ہے، یہی وجہ ہے کہ ہمارے مدرسے میں اتنے زیادہ بچے آتے ہیں ورنہ مارپٹائی سے کتنے مدرسے ٹوٹ گئے۔

تخلیقِ عالم برائے آدم

کھانے سے پہلے جو بسم اللہ شریف پڑھنا سنت ہے آج اس کا راز بتاتا ہوں جو اکابر کی کتابوں میں موجود ہے کہ کھانے سے پہلے یہ دعا بِسْمِ اللهِ وَ بَرَكَةِ اللهِ[۱۰] پڑھنا سنّت کیوں ہے؟ اس میں کیا راز ہے؟ علماء نے لکھا ہے کہ چوں کہ ایک لقمہ جو ہم کھاتے ہیں تو سارا عالَم اس کی پرورش میں لگا ہوتا ہے۔ بتائیے! سورج کس کا ہے؟ اللہ کا ہے۔ کس کے حکم سے چلتا ہے؟ خدا ہی کے حکم سے چلتا ہے۔ اس ایک لقمہ کی پرورش میں چاند کی خدمات بھی شامل ہیں، چاند اگر ڈھائی لاکھ میل کے فاصلہ پر نہ ہوتا تو سمندر کا پانی شہروں میں آجاتا اور کوئی بھی زندہ نہ رہتا اور سورج بھی اگر زمین کے زیادہ قریب ہوتا تو سب کچھ جل کر راکھ ہوجاتا۔ تو چاند کی ٹھنڈک اور سورج کی معتدل گرمی سے غلّہ پک کر تیار ہوتا ہے، اس میں سمندر کی خدمت بھی شامل ہے، سمندروں سے بادل اُٹھتے ہیں، سورج کی شعاعوں سے بادل بنتے ہیں، فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ[۱۱] اللہ تعالیٰ بادلوں کو حکم دیتے ہیں اور وہ مردہ زمین پر بارش برساتے ہیں اور اس میں بیلوں کی بھی خدمت شامل ہے اور جب ہل یا ٹریکٹر چلتا ہے تو لوہا بھی اس میں لگا ہوتا ہے اور جو خلیجِ بنگال سے مون سون کی ہوائیں اُٹھتی ہیں تو سائنس دان کہتے ہیں کہ اگر خلیج بنگال

[۱۰] شعب الایمان للبیهقی:۶/۳۳۰(۴۲۸۴)،تعدید نعم الله عزوجل وما یجب من شکرها،مکتبة الرشد/ علیٰ کا لفظ معتبر روایات میں نہیں ہے، غیر معتبر روایات کا فنی جائزہ:۳۲۳

[۱۱] فاطر:۹

سے مون سون بادل شمالی ہند کے پہاڑ ہمالیہ وغیرہ سے نہ ٹکراتے تو یہ بادل آذربائیجان، تاشقند، بخارا اور سمرقند میں بارش برساتے اور شمالی ہند مثل منگولیا کے ریگستان ہو جاتا۔

تو میں بِسۡمِ اللّٰہِ وَ بَرَکَۃِ اللّٰہِ کی سنت کا راز بتا رہا تھا کہ ہمارے ایک لقمہ پر ساری کائنات کی خدمات شامل ہیں، سمندروں کی خدمت، ہمالیہ پہاڑوں کی خدمت، سورج کی گرمیاں، چاند کی چاندنی، زمین، بیل، لوہا، ہل جوتنے والے اور نہ جانے کیا کیا، تو اللہ کے نام کے صدقہ میں ہماری غذائیں تیار ہوتی ہیں، اُس اللہ نے سارے عالم کو ہماری خدمت میں لگا دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں فَاِنَّکُمۡ خُلِقۡتُمۡ لِلۡاٰخِرَۃِ وَالدُّنۡیَا خُلِقَتۡ لَکُمۡ[۱۲] دنیا تمہارے لیے پیدا کی گئی لیکن تم دنیا کے لیے پیدا نہیں کیے گئے، تم آخرت کے لیے پیدا کیے گئے ہو۔ اس لیے یہ دعا پڑھی جاتی ہے کیوں کہ اللہ ہی کے نام کی برکت سے اور اسی کے نام کے صدقہ میں ہم یہ لقمہ کھاتے ہیں۔

بلاؤں سے حفاظت کا نسخہ

رسالہ ''الحق'' میں میں نے پڑھا کہ ایک اللہ والے نے ان سائنس دانوں سے سوال کیا کہ تمہاری تحقیق تو سمندر اور سورج تک ہی پہنچی ہے لیکن کبھی یہ بھی سوچا کہ سمندر تمہارے باپ نے پیدا کیا ہے، سورج تمہارے دادا کا ہے، یہ ہمالیہ پہاڑ تمہارے نانا نے پیدا کیا ہے، افسوس کہ تم اسباب تک تو جاتے ہو مگر ان کے خالق تک نہیں پہنچتے۔ جیسے ایک کھونٹا دیوار میں گھس رہا تھا تو دیوار نے کہا اے کھونٹے! میرے اندر مت گھس، سائنس دان بتا رہے ہیں کہ ۲۰۰ میل کی رفتار سے یہ کھونٹا گھس رہا ہے۔ تو کھونٹا ہنسا اور اُس نے دیوار سے کہا کہ اے دیوار! میری خوشامد مت کر جو مجھ کو ٹھونک رہا ہے اُس کو راضی کر لے، اگر بڑھئی مجھ پر ہتھوڑی نہیں مارے گا تو میں ایک اعشاریہ، ایک بال کے برابر بھی آگے نہیں بڑھ سکتا، سائنس دانوں کی تحقیق سے تیرا بھلا نہیں ہو گا، بس تو بڑھئی کو راضی کر لے۔

جب بنگلہ دیش میں طوفان آیا تو سائنس دانوں نے پہلے ہی اس کا اعلان کر دیا تھا مگر

۱۲؎ شعب الایمان للبیہقی: ۱۳/۱۵۳ (۱۰۰۹۷)، بابٌ فی الزھد وقصر الامل، مکتبۃ الرشد / الدُّر المنثور: ۱۴/۴۹۰، القاھرۃ

اس کے باوجود مشین کے ساتھ سائنس دان بھی غرق ہوگئے۔ جب طوفان آتا تھا تو اکبر الٰہ آبادی یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

جہاں طوفان میں پھنس کر سفینہ ڈگمگاتا ہے
وہیں قدرِ خدا و ناخدا معلوم ہوتی ہے

اللہ کی یاد اُس وقت زیادہ آتی ہے جب انسان کسی پریشانی میں مبتلا ہوتا ہے لہٰذا جب کوئی بلا آئے، مصیبت آئے تو جلدی سے ڈاکٹر کے پاس مت بھاگو پہلے اللہ سے چپکے سے دعا مانگ لو۔ مولانا عبد الحق شیروانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی مصیبت آئے تو سب سے پہلے اپنے اللہ سے کہہ لو، فوراً مخلوق کے پاس مت جاؤ، یہ ایک منٹ کا کام ہے کیوں کہ خدا ہر وقت دعا کو سنتا ہے، اللہ سے سجدہ میں دعا کرلو، ہاتھ اُٹھا کر کہ یا اللہ میں ڈاکٹر کے یہاں جارہا ہوں، اس کے دل میں صحیح دوا ڈال دیجیے اور اس دوا کو حکم دیجیے کہ وہ مجھ کو شفا دے دے، وہ تیری مخلوق ہے، تیرے قبضۂ قدرت میں ہے۔ مگر آج ہم صرف ڈاکٹر کے پیچھے ہی بھاگتے ہیں، یہ نہیں سوچتے کہ یہ سب کس کے قبضۂ اختیار میں ہے۔

اِیَّاکَ نَعْبُدُ کی عاشقانہ شرح

اب ایک مسئلہ اور بتاتا ہوں۔ ہم نماز میں اِیَّاکَ نَعْبُدُ پڑھتے ہیں، یہ جمع متکلم کا صیغہ ہے، عربی گرامر اور عربی قواعد سے اس کے معنٰی ہیں کہ ہم لوگ آپ کی عبادت کرتے ہیں۔ اَعْبُدُ واحد متکلم کا صیغہ ہے، اس کے معنٰی ہیں کہ میں آپ کی عبادت کرتا ہوں۔ جماعت کے ساتھ جب نماز پڑھی جاتی ہے اُس وقت تو یہ پڑھنا ٹھیک ہوا اِیَّاکَ نَعْبُدُ کہ اے خدا! ہم سب آپ کی عبادت کرتے ہیں لیکن جب انسان اکیلے نماز پڑھتا ہے اُس وقت بھی اِیَّاکَ نَعْبُدُ سکھایا ہے اَعْبُدُ نہیں سکھایا گیا۔ تو تنہائی کی نمازوں میں نَعْبُدُ کیوں سکھایا گیا؟ اس کے جواب میں علامہ آلوسی السید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نَعْبُدُ کو جمع کے صیغہ سے اس لیے نازل فرمایا تاکہ میرے بندے تنہائی کی عبادت کو بھی تنہا پیش نہ کریں بلکہ کَاَنَّہٗ یَقُوْلُ اللہ سے گویا یہ کہہ رہا ہے اِلٰھِیْ مَابَلَغَتْ عِبَادَتِیْ حَیْثُ اَذْکُرُ وَحْدَھَا اے خدا! میری تنہائی کی عبادت اس قابل نہیں ہے کہ میں آپ کے حضور میں پیش

کروں، لِاَنَّھَا مَمْزُوْجَۃٌ بِالتَّقْصِیْرِ کیوں کہ اس میں یقیناً بہت سی کمی کوتاہی ہوگی مثلاً میں نماز میں کھڑا ہوں مگر دل کہیں اور ہے۔ غرض نماز میں بہت سی کوتاہیاں ہوجاتی ہیں اور کوتاہی والی نماز اس قابل نہیں کہ ہم آپ کو پیش کرسکیں وَ لٰکِنْ اَخْلِطَھَا بِعِبَادَۃِ جَمِیْعِ الْعَابِدِیْنَ وَاذْکُرُ الْکُلَّ بِعِبَارَۃٍ وَّاحِدَۃٍ لہٰذا دیگر عبادت کرنے والوں کے ساتھ ہم اپنی عبادت کو آپ کے حضور میں پیش کرتے ہیں تاکہ اُن کی برکتوں سے میری نماز بھی قبول ہوجائے۔ اسی لیے جماعت کی نماز کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ جماعت میں کسی ایک کی بھی نماز قبول ہوجائے تو اُس کی برکت سے سارے نمازیوں کی نماز قبول ہوجاتی ہے۔

گویا کہ وہ اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ اے اللہ! میری عبادت اس قابل نہیں کہ اسے آپ کی خدمت میں تنہا پیش کروں کیوں کہ وہ یقیناً کمی کوتاہی سے خالی نہیں ہوگی، اس لیے اپنی عبادت کو دیگر عبادت کرنے والوں کے ساتھ ملا کر پیش کرتا ہوں، اور اسے ایک ہی عبارت و تعبیر کے ساتھ پیش کرتا ہوں، حَتّٰی لَایَلْزَمَ تَفْرِیْقُ الصَّفْقَۃِ[۱۳] تاکہ تفریق صفقہ لازم نہ آئے۔

تَفْرِیْقُ صَفْقَۃ کی تشریح

یہ ایک فقہی مسئلہ ہے، اگر کوئی شخص دو چیزیں فروخت کرنا چاہتا ہو اور دونوں کی قیمت ایک ساتھ مانگے، مثلاً دونوں چیزیں سو روپے کی ہیں، اور دونوں کی الگ الگ قیمت بیان نہ کرے تو خریدنے والے کی مرضی ہے کہ یا تو دونوں لے لے یا دونوں چھوڑ دے، یہ نہیں کرسکتا کہ ایک چیز پچاس روپے کی لے لے اور دوسری چھوڑ دے، کیوں کہ ممکن ہے کہ وہ چیز زیادہ عمدہ ہو اور ساٹھ روپے کی ہو اور بیچنے والے کا نقصان ہوجائے، اسے فقہ البیوع کی اصطلاح میں تفریق صفقہ کہتے ہیں۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں نَعْبُدُ کے صیغے سے یہی بتانا مقصود ہے کہ جماعت سے نماز پڑھیں تاکہ کسی ایک کی نماز بھی قبول ہو تو آپ کی نماز بھی قبول

---

[۱۳] روح المعانی:۱/۸۸، الفاتحۃ(۴)، دار احیاء التراث، بیروت

ہو جائے، کیوں کہ یہ بات اللہ کی رحمت سے زیادہ قریب ہے کہ جب ایک کی نماز قبول ہو گی تو چوں کہ دوسروں نے بھی جمع کا صیغہ استعمال کرتے ہوئے نَعۡبُدُ کہا تو ان کی نماز بھی قبول ہو جائے گی۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ جب اللہ والے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائیں تو تم بھی ہاتھ اٹھا لو کیوں کہ اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ ان اللہ والوں کی دعائیں اللہ رد نہیں فرمائیں گے تو یقیناً آپ کی دعائیں بھی رد نہیں ہوں گی، دونوں کی ایک ساتھ قبول ہو جائیں گی۔

قیامت قائم ہونے کے دلائل

اب جو آیت میں نے تلاوت کی ہے اُس کا ترجمہ بتاتا ہوں۔ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مشرک آیا، اُس نے ایک سڑی ہوئی بوسیدہ ہڈی کو چٹکی سے مسل کر پھونک مار کر اُڑا دیا، اُس مشرک کا نام عاص ابن وائل تھا۔ علامہ آلوسی سید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اُس نے کہا کہ مَنۡ یُّحۡیِ الۡعِظَامَ وَ ہِیَ رَمِیۡمٌ اس ہڈی کو دوبارہ کون زندہ کرے گا؟ قیامت کیسے قائم ہو گی جبکہ یہ اتنی بوسیدہ ہوگئی ہے کہ میں نے پھونک مار کر اس کو اُڑا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ اس مشرک کو جواب دیجیے کہ میں اس کو دوبارہ کیسے پیدا کروں گا؟ قُلۡ یُحۡیِیۡہَا الَّذِیۡۤ اَنۡشَاَہَاۤ اَوَّلَ مَرَّۃٍ، جیسے میں نے پہلی دفعہ اس کو پیدا کیا اسی طرح میں ہی اس کو دوبارہ بھی پیدا کروں گا۔[۱۴]

اب اس پر میرے شیخ شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر سنیے جو ایک واسطہ سے مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے، انہوں نے فرمایا کہ اس آیت میں اللہ نے علم کا سمندر رکھ دیا ہے کہ جس نے پہلی دفعہ تم کو پیدا کیا وہی دوبارہ بھی پیدا کرے گا، جب تمہاری ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی، تم ہواؤں میں اُڑ جاؤ گے، تمہیں جلا کر راکھ کر دیا جائے گا جیسے ہندوؤں کے یہاں ہوتا ہے اور اگر کبھی پانی میں جنازہ اُتار دیا جائے جسے مچھلیاں کھالیں تو وَہُوَ بِکُلِّ خَلۡقٍ عَلِیۡمٌ[۱۵] وہاں بھی میں اپنی مخلوق کو اپنے دائرۂ علم میں رکھتا ہوں۔ اسی لیے

---

[۱۴] روح المعانی: ۲۳/۵۴، یٰسٓ (۷۸)، دار احیاء التراث، بیروت

[۱۵] یٰسٓ: ۷۹

اللہ نے اس آیت میں فرمایا **وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ** تم میرے احاطۂ علم سے باہر نہیں جاسکتے لہٰذا شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جس کو مختصر طریقہ سے عرض کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں علم کا سمندر رکھ دیا کہ جس نے پہلی دفعہ پیدا کیا وہی دوبارہ پیدا کرے گا۔ اور پہلی دفعہ کیسے پیدا کیا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ **اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ** کیا انسان غور نہیں کرتا کہ میں نے اس کو باپ کی منی سے پیدا کیا۔ اور باپ کی منی کیسے پیدا ہوئی؟ غذا سے۔ غذا سے خون بنا، خون سے منی بنی اور منی سے اللہ نے بندوں کو پیدا کیا۔ تو یہ غذائیں کہاں تھی؟ ماں باپ نے زندگی بھر جو غذائیں کھائیں کیا یہ سب ایک جگہ جمع تھیں؟

میرے مرشدِ اوّل شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ آفاقِ عالم میں ہمارے اجزائے تخلیقیہ، ترکیبیہ، تعمیریہ اور ہماری پیدائش کے ذرّات جہاں جہاں چھپے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے اُن سب کو ہمارے ماں باپ تک پہنچایا۔ اگر ہم آسٹریلیا کے گندم میں چھپے تھے تو حکومتِ پاکستان کے دل میں آیا کہ اُس گندم کو منگواؤ، جب وہ گندم بازار میں آئے گی تو ماں باپ جاکر اُس کو خریدیں گے اور کھائیں گے۔ اگر ہم مدینہ شریف کی کھجوروں میں چھپے تھے تو ہمارے ماں باپ کو اللہ حج نصیب کرے گا، وہ جاکر مدینہ پاک کی کھجور کھائیں گے، اس کھجور میں ہمارا جو ذرّہ چھپا ہوا تھا وہ خون میں آجائے گا۔ اگر ہم کوئٹہ کی بکریوں میں تھے تو کوئٹہ کی بکریاں یہاں آجائیں گی، جو بکریاں پہاڑوں پر گھاس چر رہی تھیں اگر ہم گھاس کے اُن ذرّات میں تھے تو بکریوں کو حکم ہو گا کہ اس گھاس کو چرو، اس گھاس میں میرے ایک بندے کا ذرّۂ تخلیق ہے پھر اس بکری کو اللہ کراچی بھیجے گا۔ اسی طرح اگر کوئی انسان قندھار کے اناروں میں چھپا ہوا ہے تو انار قندھار سے امپورٹ ہو گا یعنی درآمد ہو گا اور وہ انار سبزی منڈی پہنچے گا پھر اللہ ماں باپ کے دل میں ڈالے گا کہ وہ جاکر اُس انار کو کھائیں، اُس سے ان کے خون میں وہ ذرّہ آجائے گا۔ اگر کشمیر کے سیبوں میں ہمارا کوئی ذرّہ چھپا ہے تو کشمیری سیب یہاں آئیں گے۔ غرض جہاں جہاں پورے عالم کی غذاؤں میں ہم کہیں چھپے ہوں گے تو اللہ اس ذرّہ کو ہمارے ماں باپ کو کھلاکر ان کے خون میں شامل کردے گا۔

غرض یہ کہ پیدا ہونے سے پہلے بھی ہم سارے عالَم میں بکھرے ہوئے تھے،

اللہ تعالیٰ نے پہلے بھی سارے عالَم کے ذرّات کو ہماری پیدائش کے لیے بصورتِ غذا ہمارے ماں باپ کے خون میں شامل فرمایا جس سے خون بنا پھر اللہ نے ان ذرّات کو حکم دیا جن سے ہم کو پیدا کرنا تھا کہ تو منی بن جا، پھر منی کو ماں کے پیٹ میں پہنچایا، اس طریقہ سے نو مہینے کے بعد خدا تعالیٰ نے سارے عالم میں بکھرے ہوئے ہمارے ذرّات کو انسان کی شکل میں بنا کر پیش کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں گویا یہ فرمایا کہ اے ظالم! اے مشرک! اے نالائق! تو سمجھتا ہے کہ تو مرنے کے بعد بکھر جائے گا پھر اللہ تجھے دوبارہ کیسے جمع کرے گا؟ تو سن لے! پہلے بھی تو سارے عالم میں بکھرا ہوا تھا، اقصائے عالَم میں، آفاقِ عالم میں، اطرافِ عالَم میں غرض تو سارے عالَم میں بکھرا ہوا تھا، میں نے تجھے جمع کر کے نطفہ کی شکل میں ماں کے پیٹ میں پہنچایا۔ اَوَلَمۡ یَرَ الۡاِنۡسَانُ اَنَّا خَلَقۡنٰہُ مِنۡ نُّطۡفَۃٍ فَاِذَا ہُوَ خَصِیۡمٌ مُّبِیۡنٌ[۱۶] تو میرا کیسا کھلا ہوا دُشمن بنا ہوا ہے جبکہ میں نے تجھ کو ناپاک نطفہ سے پیدا کیا۔

میرے شیخ و مرشد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اس آیت میں اللہ نے گویا اُس مشرک کو یہ جواب دے دیا کہ جب پہلی دفعہ تو سارے عالَم میں بکھرا ہوا تھا تو خدا نے تجھ کو ماں کے پیٹ میں رکھا جو قبر جیسا ہوتا ہے، وہ بھی تیری قبر تھا پھر ماں کے پیٹ کی قبر سے تجھ کو نو مہینے کے بعد نکالا، اب جو تو دنیاوی قبرستانوں میں دفن ہو رہا ہے تو اسی قبر سے بھی میں ہی تجھ کو نکالوں گا۔ یہ ہے میرے شیخ کی دلیلِ قیامت پر تقریر۔ اُولٰٓئِکَ اٰبَآءِیۡ فَجِئۡنِیۡ بِمِثۡلِہِمۡ، یہ ہیں ہمارے آباء و اجداد، لائے تو کوئی ہمارے باپ دادا جیسا جن کی صحبتیں اختر کو خدا نے نصیب فرمائیں۔ بس آج کا مضمون ختم ہوا۔

ایک صاحب نے لکھا ہے کہ کیا جمعہ کی دونوں اذانوں کا جواب دینا چاہیے؟ اوّل تو میں یہی گزارش کروں گا کہ فقہی مسئلہ کو الگ آکر پوچھیں، مسائل کو مجھ سے خانقاہ میں آکر پوچھیں، اگر مجھ کو علم ہو گا تو بتاؤں گا ورنہ کسی مفتی صاحب کا پتا دے دوں گا۔ یہ مجمع صرف اللہ تعالیٰ کی محبت کے موضوع پر ہوتا ہے لٰہذا میں ان لوگوں سے گزارش کروں گا آئندہ مجھے مسائل سے متعلق کوئی پرچہ نہ دیں لیکن آج چوں کہ پوچھ لیا ہے اس لیے جواب دے دیتا

[۱۶] یٰسٓ: ۷۷

ہوں کہ جو پہلی اذان ہوتی ہے اُس کا جواب دینا چاہیے، دوسری اذان جو خطبہ کے وقت ہوتی ہے، اس وقت میں کسی قسم کی بات کرنا حتّٰی کہ نماز پڑھنا بھی جائز نہیں ہے تو اذان کا جواب دینا کیسے جائز ہوگا۔ اِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ فَلَا صَلٰوۃَ وَلَا کَلَامَ[۱۷] جب امام اپنی جگہ سے چل پڑے چاہے ابھی منبر پر نہیں بیٹھا صرف خروج ہوا ہے، امام ظاہر ہوگیا ہے کہ منبر پر بیٹھنے کے لیے جارہا ہے اس وقت کوئی نماز جائز نہیں، نہ ہی سلام کا جواب دینا جائز ہے۔ بہر حال ایسے مسائل مجھ سے تنہائی میں معلوم کیے جائیں، آیندہ کوئی صاحب مجھ سے ایسے سوال نہ کریں، جو پوچھنا ہے تنہائی میں پوچھیں، دوسروں کی فکر مت کریں کہ اس ذریعہ سے سب کو معلوم ہوجائے گا، آپ اُن کے ٹھیکیدار نہیں ہیں، آپ آیئے اور مجھ سے تنہائی میں مسئلہ پوچھیے یا جس کو جہاں آسانی سے موقع میسر ہو وہاں سے مسئلہ پوچھ لیں۔

دوسرا عمل یہ پوچھا ہے کہ امام اور مقتدی نماز کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر پڑھتے ہیں بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمِ، اَللّٰھُمَّ اَذْھِبْ عَنَّا الْھَمَّ وَ الْحُزْنَ[۱۸] تو کیا یہ دعا سنت سے ثابت ہے؟ جن صاحب نے یہ سوال لکھا ہے جب وہ خانقاہ میں آئیں گے تو ان کو حدیث کی کتاب دکھادی جائے گی کہ یہ دعا حدیث سے ثابت ہے۔

بس اب دعا کرلیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحت عطا فرمائے، اللہ تعالیٰ سب بیماروں کو، ہمارے گھر والوں کو بھی شفا عطا فرمائے، جو بھی بیمار ہیں اللہ سب کو شفا عطا فرمائے۔ ایک صاحب نے لکھا ہے کہ میرے والد محترم چار مہینے سے بیمار ہیں، فالج کا اثر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ ان کے والد کو بھی اور جتنے لوگ بیمار ہیں ان سب کو بھی پوری صحت عطا فرمادیں۔ سارے مریضوں کے لیے دعا کردی، اگر کسی کا نام نہ لیا جائے تو وہ گھبرائے نہیں، اللہ تعالیٰ کو سب کا علم ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو، ہمارے گھر والوں کو، جسمانی روحانی دونوں صحت نصیب فرمادیں۔

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس خانقاہ کو قبول فرمائے، چاروں سلسلوں یعنی نقشبندیہ،

---

[۱۷] ردالمحتار علی الدر المختار: ۳/۳۸،باب الجمعة،دار عالم الکتب،ریاض

[۱۸] کنز العمال: ۷/۵۳(۱۷۹۱۵)،کتاب الشمائل،مؤسسة الرسالة

سہروردیہ، چشتیہ، قادریہ کے جملہ اولیائے کرام کی برکت سے اللہ اس خانقاہ کی حفاظت فرما، اس کو بین الاقوامی قبولیت عطا فرما، یہاں جو آئے محروم نہ جائے۔ اے خدا! اپنا دردِ محبت اختر کو بھی نصیب فرما اور جو اس خانقاہ میں آئے اُس کو بھی اپنی محبت کا درد عطا فرمادے۔ ہماری مٹی کو اپنی ذاتِ پاک پر فدا کرنے کی توفیق عطا فرما کر اسے قیمتی بنادے۔ اے خدا! ہم سب کو، مجھ کو، میری اولاد کو اور آپ کی اولاد کو بھی توفیق عطا فرما کہ ہم ہر سانس آپ پر فدا کریں اور ہماری ایک سانس بھی آپ کی ناراضگی میں نہ گزرے۔ اے خدا! ہم کو، ہمارے بچوں کو، سب کو پکا نمازی، نیک دیندار اور صالح بنادے، اپنا فرماں بردار اور ماں باپ کا فرماں بردار بنادے اور مجھ کو اور ہم سب حاضرین اور حاضرات کو یعنی جو مرد اور خواتین آتے ہیں سب کو اللہ والا بنادے اور ہم سب کی اصلاح فرمادے، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

❁ ❁ ❁ ❁

آشیاں سے نہ محروم کر باغباں

آشیاں سے نہ محروم کر باغباں — تجھ پہ رحمت کرے خالقِ دوجہاں
بجلیوں سے بچاتا ہے ربِّ جہاں — ایک تدبیرِ کمزور ہے آشیاں
چشمِ تر خوں فشاں آہ سُوئے سماں — ہیں مرے دردِ دل کے یہ سب ترجماں
کیا یہ شمس و قمر یہ زمیں آسماں — اپنے خالق کا دیتے نہیں ہیں نشاں
کیا جہاں میں نمودار خود ہوگئے؟ — ہر وجود اپنے موجد کا خود ہے نشاں
ہستی انساں کی خالق پہ شاہد ہے خود — تیرے اندر ہے وہ خالقِ دوجہاں
ہو کے مخلوق خالق کا منکر بنے — اس حماقت پہ ہے لعنتِ دوجہاں

یہ صدا سُن لو اختر کی اے دوستو
خالقِ جاں پہ کردو فدا اپنی جاں

اللہ تعالیٰ نے دنیاوی وسائل کے ذریعے انسان کی تخلیق فرمائی، اس کی پرورش کے انتظامات فرمائے اور اس عالم میں رہنے کے لیے وہ تمام وسائل مہیا فرمائے جو اس کی سہولت اور بقا کے لیے ضروری تھے۔ وسائلِ حیات کی تخلیق کا مقصد ان میں مشغول ہو کر زندگی ضایع کرنا نہیں بلکہ ان سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے مقصدِ تخلیق کی طرف توجہ مرکوز رکھنا ہے۔

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے وعظ ''وسائلِ حیات اور مقصدِ حیات'' میں نہایت منفرد انداز میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سمندروں، پہاڑوں، سورج، چاند، زمین اور نہ جانے کیا کیا مخلوقات اور اس سارے عالم کو ہماری خدمت میں لگا دیا۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یہ پیغام ہم تک پہنچا دیا کہ دنیا تمہارے لیے پیدا کی گئی ہے لیکن تم دنیا کے لیے پیدا نہیں کیے گئے، تم آخرت کے لیے پیدا کیے گئے ہو لہٰذا اپنے مقصدِ حیات کو نہ بھولو۔

www.khanqah.org

AW154